TASWIRALUM
تصویر عالم
۱۵ - فروری ۱۸۹۹ء
مرتبہ
جناب داروغہ سید محمد صاحب مصور
مالک دفتر التصویر عالم اور خاکسار سید مجتبیٰ حسن
مجتبائی منیجر کے اہتمام سے
لکھنؤ دفتر تصویر عالم

بقیہ طرح گلدستۂ تصویر عالم

بابتہ ۱۵ ماہ جنوری

مصرع طرح

مرا سینہ ہی مشرق آفتاب داغ ہجران کا

بسمل جناب منشی ریاض الدین احمد صاحب پورنیوی شاگرد جناب شمشاد لکھنوی

ہمین سودا ہوا جب سے تری زلف پریشان کا
سراسر ننگ کیصورت ہی چاک اپنے گریبان کا

کریگا ہمسری کیا وہ ضیائے روے انور سے
کہان چہرہ تمھارا ہی کہان منھ ماہتابان کا

کسی گلرو کی فرقت مین یہ اتنے داغ کھائے ہین
تن پُر داغ پر عالم ہوا سرو چراغان کا

صبا تو خاک اوڑا کر کوے لیلی مین یہ کہدینا
کفن پایا ہی مجنون نے ترے ریگ بیابان کا

مرے رونے کی حالت دیکھکر اب ہجر جانا ہین
سمایا ہی دل عالم مین پورا خوف طوفان کا

کرین توقیر اہی بسمل نکیون اہل سخن میری
کہ مین شاگرد ہون مشہور شمشاد سخندان کا

ظہیر جناب منشی محمد ظہیر الدین صاحب بہادر اہلکار خاص دربار معلے ریاست اجیگڈھ شاگرد جناب بحر مرحوم لکھنوی

تصور رات دن رہتا ہی دلمین روے جانان کا
ہوا ذرہ کو حاصل مرتبہ مہر درخشان کا

دکھا دوگے جو تم محفل مین جلوہ روے تابان کا
یقین ہی منھ دھوان ہو جائیگا شمع شبستان کا

بہار آئی ہی جبدن سے یہ افزونی ہی وحشت کی
نہین ہی پیرہن مین نام باقی جیب و دامان کا

تمنا ہی نظر آئے کہین وہ قاتل عالم
ہمارا دل ہدف ہو یا الہی تیر مژگان کا

تری دیوار کا سایہ پری سایۂ ہما کا ہی
ہی سنگ در کو حاصل مرتبہ تخت سلیمان کا

زمانے مین ہی شہرت جسقدر اے مہروش تیری
فروغ اتنا نہوگا مصر مین بھی ماہ کنعان کا

ترے قامت سے نسبت دی ہی جبسے اے گل رعنا
دو بالا ہو گیا ہی مرتبہ سرو گلستان کا

جو ذرہ ہے وہ رشکِ آفتابِ چرخ چارم ہے
فلک سے بڑھ کے رتبہ ہے زمینِ کوئے جانان کا

بُتِ گلگون قبا کے عشق مین وہ داغ کھائے ہین
گمان ہوتا ہے دلپر مجھکو طاؤس گلستان کا

کیے رخنے ہزارون مفت اپنی زندگانی مین
تجھے اکبار جسنے روزنِ دیوار سے جھانکا

محبت مین بتون کی دولتِ ایمان لٹکو بیٹھے
ظہیر اب ہے خدا حافظ ہمارے دین و ایمان کا

قیصر* جناب نواب سید امجد علیخان صاحب المعروف بہ نواب وزیر صاحب لکھنوی خلف اصغر جناب نواب سید محمد مہدی علیخان صاحب بہادر دام اقبالہ شاگرد جناب فصاحت لکھنوی

خیال آیا شبِ فرقت مین جب اوس آفتِ جان کا
تڑپنا کیا کہون رہ رہ کے اپنے دل مین ارمان کا

ہوا ہے عشق مجکو اندنون اک آفتِ جان کا
خدا حافظ ہے عقل و صبر و ہوش و دین و ایمان کا

لیے جاتا ہے یہ دل اوس بتِ کافر کے کوچہ مین
نکلتا ہے جنازہ سے اک نہ اک مردہ مسلمان کا

یہان تو پوچھنے والا نہین ہے کوئی اے قاتل
وہان حشر ہوگا فیصلہ خونِ شہیدان کا

جگر کس سمت ہے دل کسطرف ہے سامنے لاؤ
اشارہ ہے یہی ہر بار مجھسے چشمِ جانان کا

نہ پوچھو حال کل کا ہمسد مو توبہ معاذ اللہ
وہ دل مین درد کی شدت وہ بڑھنا زورِ ہجران کا

دکھائے داغ دل مین نے جو اونکو غیر یہ بولے
گلہ ہے یہ بھی در پردہ تمہارے زخمِ پنہان کا

تمنائین مرادین آگے پیچھے آرزو حسرت
جنازہ خانۂ دل سے اوٹھاؤن میرے ارمان کا

پڑے ہین اسطرح کچھ بیخودی کے پردے آنکھون پر
نظر آتا نہین ستون کو دروازہ گلستان کا

خوشی سے وصل کی شب جب سمایا مین لاغر
گلا گھونٹا مرا یارب برا ہو اس گریبان کا

جو جلکر مرگیا تو خاک کا میری بنا سرمہ
مرے پر بھی نہ چھوڑا عشق مین نے چشمِ جانان کا

کہا صیاد سے بلبل نے دم توڑون قفس مین جب
اودھر منھ پھیر دینا جسطرف ہو گلستان کا

زمانہ بھر سمجھتا ہے جسے خورشید اے قیصر
شرارہ ہے یہ ادنیٰ سا ہماری آہِ سوزان کا

مجنون جناب نواب قمر الدین حیدر بہادر عرف سردار صاحب لکھنوی

* ۲ شعر اجرائی ہین

خلف نواب سراج الدولہ بہادر سردار جنگ مرحوم لکھنوی

تصور دل کو رہتا ہی کسیکی زلفِ پیچان کا — تماشا خواب مین بھی دیکھتا ہون سنبلستان کا
زکوٰۃ حسن مین کچھ ہمکو دے نکلو پریزادو — دیا ہی مرتبہ اللہ نے تمکو سلیمان کا
تجلی اتبو اونکے حسن کی اس حد کو پہونچی ہی — شبِ تاریک مین ہوتا ہی دھوکا ماہِ تابان کا
کہا تھا کسنے منہدی ملکے چلیے سیر دریا کو — بگاڑا آپ کے ہاتھون نے آخر رنگ مرجان کا
ہمارا بخیۂ زخمِ جگر کیونکر نہ دلکش ہو — گرہ ہی گیسوئے مشکینِ خوبان کی ہر اک ٹانکا
صبا مین نرگسِ شہلا کا غصہ کیون اوٹھاؤنگا — دکھائے آنکھ آوجسے جو رہنے والا ہو گلستان کا
جنون اللہ اکبر کیا خوشی ہی موسمِ گل کی — گلے ملنے گریبان سے چلا ہی چاک دامان کا
نبھے گا خاک میرا اور تیرا ساتھ ای بلبل — تجھے لذت گلستان کی مزا مجکو بیابان کا
الٰہی دل کے روزن کا سبب کھلتا نہین کوئی — کدھر سے تیر آیا کسنے پردہ سے مجھے جھانکا
یہ حسرت ہی کہ جبتک روح قالب مین رہے ای بت — سرِ مو کم نہو سودا تری زلفِ پریشان کا
نزاکت سے وہان عارض ہوا ہی نیلگون محشوق — تصور مین اگر بوسہ لیا ہی روے جانان کا

اصغر جناب منشی اصغر حسین صاحب لکھنوی شاگرد جناب حمید لکھنوی

مژہ کے تیر ہین جو دل جگر پہ کھائے ہوئے — مزا وہ درد کا ہی جان ہین اوٹھائے ہوئے

دیوان مرزا محمد رضا صاحب برق
چھاپہ شاہی مجلد صہ
دیوان میر علی اوسط مرحوم رشک۔ قلمی نایاب جو غالباً ابھی چھپا نہین بطور کلیات کے ہی عہ
مثنوی معراج المضامین مصنفہ سید اسمٰعیل حسن صاحب
منیر۔ اگرچہ معجزات چہاردہ معصومین ہین مگر بسبب کمال شاعری کے کل قوم نے خریدی
مجلد عہ
بدون جلد صہ
دیوان منشی مظفر علیخان صاحب مرحوم اسیر
چھاپہ شاہی مجلد کاغذ ولایتی گندہ صہ
دیوان مرزا مستیا بیگ منتی شاگرد آتش قیمت مہ
گنجینۂ تواریخ
تاریخگوئی کا سہل طریقہ
قیمت ۔ مہ
افادات اردو
یہ رسالہ عروض مین ہی

حیا سے آئے تھے سر اپنا جو جھکائے ہوئے — وہ میرے دلکو لیے جاتے ہیں چرائے ہوئے
نہ چھیڑ اے خلش ناخن الم ہمکو — ہزاروں زخم ہیں تیغ نظر کے کھائے ہوئے
فغان اہل قفس سے عیان ہوا صیاد — کہ یہ بھی ہیں کسی بیرحم کے ستائے ہوئے
کرے نہ پیش خدا کوئی خون کا دعوے — وہ اسلیے ہیں ندامت سے سر جھکائے ہوئے
جلا جلا کے انھیں نے کیا ہے خاک مجھے — کھڑے ہیں جو مری بالین پہ سر جھکائے ہوئے
ترے شہیدوں کو کچھ احتیاج غسل نہیں — وہ اپنے خون میں ہیں آپ ہی نہائے ہوئے
تڑپ رہے ہیں مگر منھ سے اف نہیں کرتے — تمھارے تیر نظر دل پہ اپنے کھائے ہوئے
لگا کے مہندی انھیں نے کیا ہے خون مرا — وہ بیٹھے ہیں جو ندامت سے سر جھکائے ہوئے
خدا کے واسطے صیاد کر قفس سے رہا — کہ دن بہار کے اب ہیں قریب آئے ہوئے
ہماری آہ جو اصغر دکھائے کچھ تاثیر — یقین ہے کہ وہ خود آئیں بے بلائے ہوئے

اعجاز جناب شیخ محمد عیسی صاحب تاجر کمخواب شہر بنارس شاگرد جناب تیر بنارسی

عیان ہے صاف تن نازنین کی خوشبو سے — گلاب میں ہیں وہ سر تا قدم نہائے ہوئے
ہوئے ہیں جمع ستمکش یہ کس ستمگر کے — کہ سر پہ عرصۂ محشر کو ہیں اوٹھائے ہوئے
یہ لطف تیرے شہیدوں کو ہے شہادت سے — کہ پاک صاف ہیں سفاک بے نہائے ہوئے
کسیکی اور نہیں ہمکو شمع پروا — فقط تجھی سے ہیں ہم اپنی لو لگائے ہوئے

تمنا جناب چھیدی لال صاحب کاکوروی ماسٹر انگلش اسکول قنوج شاگرد جناب طاہر فرخ آبادی

بتوں کا ظلم یہانتک ہیں ہم اوٹھائے ہوئے — کہ دل تو دل ہے جگر بھی ہے چوٹ کھائے ہوئے
نہیں وہ زلف سے رخسار کو چھپائے ہوئے — یہ مہر و ماہ ہیں دونوں گہن میں آئے ہوئے
عجب ادا سے شب وصل ہیں وہ آئے ہوئے — چڑھائے جسم کو آنچل سے منھ چھپائے ہوئے

نگاہِ بد سے بتون کو نہ دیکھ ای زاہد
خدا سے ڈر کہ خدا کے ہین یہ بنائے ہوئے

سمجھ لیا ہی جو نیچی نگاہ کا بسمل
ادا سے اور وہ بیٹھے ہین سر جھکائے ہوئے

مرے غبار کا کیا خاک حوصلہ نکلے
کہ اپنے ہاتھ سے دامن ہین وہ اوٹھائے ہوئے

اونھین کی یاد تو کرتا ہی رات دن افسوس
جو تجھکو ای دل ناشاد ہین بھلائے ہوئے

سمجھ لیا ہی مجھے جب سے طالبِ دیدار
وہ میرے سامنے آتے ہین منہ چھپائے ہوئے

وفا کرینگے حسینانِ دہر کیا مجھسے
ہزار بار کے ہین میرے آزمائے ہوئے

خدا کے واسطے دلکو ستا نہ ای ظالم
ہزارون صدمۂ فرقت ہی یہ اوٹھائے ہوئے

عدو کو کیون نہ تمنا حسد ہو محفل مین
جو دیکھے یار سے آنکھین مجھے لڑائے ہوئے

ثنا جناب حافظ محمد ثناء اللہ صاحب قنوجی شاگرد جناب تمنا کاکوروی

کمر کو دیکھیے بل سیکڑون ہی کھائے ہوے
حضور چلیے ذرا پانیچے اوٹھائے ہوے

نہ ناز کر کبھی ای دل بتون کی الفت پر
یہ بیوفا ہین بہت میرے آزمائے ہوئے

کسی کا خون ضرور آج راہ مین ہوگا
وہ سیر باغ کو جاتے ہین پان کھائے ہوئے

اونھین تھا خوف شب وصل لے نہ بوسہ کوئی
تمام شب رہے چادر سے منھ چھپائے ہوئے

سُنایا ہجر کا قصہ تو بولے وہ ہنسکر
کہو تو منھ سے ذرا کسکے ہو ستائے ہوئے

تمھارے نخل محبت کے یہ ملے ہین ثمر
جہان مین جتنے تھے اپنے وہ سب پرائے ہوئے

ڈرینگے نارِ جہنم سے کب وہ حضرتِ شیخ
تپ فراق مین جو دل کو ہین جلائے ہوئے

خوشی جو تیری ہی ای ترک قتل کرنے مین
تو ہم بھی بیٹھے ہین مقتل مین سر جھکائے ہوئے

ضرور وصل کی کچھ بات یاد آئی ہے
ثنا جو آج وہ بیٹھے ہین سر جھکائے ہوئے

جدید جناب سید محمد مہدی صاحب لکھنوی شاگرد و برادر زادۂ جناب تعشق مغفور لکھنوی و نبیرۂ جناب انیس مرحوم لکھنوی

وہ رو رہے ہین جو ہین دیکھنے کو آئے ہوئے
تڑپ رہا ہون میں تیر نگاہ کھائے ہوئے

ہین میری آنکھون مین آنسو جو ڈبڈبائے ہوئے
تو ابر ہین عرق شرم مین نہائے ہوئے

حرارت آتشِ گل کی ہوئی مضر اونکو
بدن ہو گرم پسینہ مین ہین نہائے ہوئے

بگڑ کے دیتے ہین کیا مُو بمُو بُری خبرین
سحر کو بال ترے رات کے بنائے ہوئے

بجا ہی اب جو کہین لوگ اونکو ہرجائی
تمام خلق کی آنکھون مین ہین سمائے ہوئے

چلا ہوا اونکی گلی مین جو بعد مدت آج
تو رو رہا ہون مین دل کو گلے لگائے ہوئے

اخیر کو دلِ بیمار تھک کے بیٹھ گیا
کہ ایک عمر سے تھا بارِ عشق اوٹھائے ہوئے

نزول رحمت حق کا ہوا آنسوؤن تمپر
کہ آئے لاشہ لختِ جگر اوٹھائے ہوئے

یہ حکم حسن ہی ہو ملکِ دل کی تاراجی
ہی شور فوج مژہ مین قدم بڑھائے ہوئے

تمام عمر کٹی ہی گناہگاری مین
یہ شرم ہی کہ کفن سے ہون منہ چھپائے ہوئے

دل و جگر نے کیا کوئے زلفِ یار آباد
جو مدتون سے ہمارے تھے وہ پرائے ہوئے

حشمت جناب خواجہ حشمت اللہ صاحب خلف خواجہ نعیم اللہ صاحب رئیس بنارسی شاگرد جناب مضطر بنارسی

وہ ہمسے رہتے ہین پردے مین منہ چھپائے ہوئے
ہین شوق دید مین جنکے عدم سے آئے ہوئے

فلک اونھین نہ ستا جو کہ ہین ستائے ہوئے
نہ رنج دے اونھین جو رنج ہین اوٹھائے ہوئے

تمھارا کوچہ بھی اوپر ہی ظلم ڈھائے ہوئے
وہ بدنصیب جو گردون کے ہین ستائے ہوئے

نہین ہی غسل کی حاجت ترے شہیدون کو
خود اپنے خون مین سراپا ہین وہ نہائے ہوئے

نصیب ہوگی نہ اوس بت کے در کی دربانی
ہم اپنے بخت کو ہین خوب آزمائے ہوئے

بروز حشر نکرنا تھا مجکو شکوۂ ظلم
کھڑے ہین پیش خدا سر کو وہ جھکائے ہوئے

ہمارے دل کا حضور اپنے دل سے پوچھ لین حال
بیان ہو کس سے جو یہ ظلم ہی اوٹھائے ہوئے

وفا کی انسے نہ رکھے کوئی بشر امید
ہم ان حسینون کو ہین خوب آزمائے ہوئے

مجھے وہ دیکھکے کوچے مین اپنے یون بولے
بیا نبر آپ کس امید پر ہین آئے ہوئے

ربط وضبط
حصہ دوم
عہ ۱۲ر

لباس سبز کیا ہو جو زیب تن تمنے
وہ کون ہو جو نہین اسپہ زہر کھائے ہوئے

کیا ہی آپنے حشمت کو ایسا رنجیدہ
لینگے آپ سے ہرگز نہ بے منائے ہوئے

سرور جناب خواجہ ولایت علی خان صاحب شاگرد آتش و اسیر لکھنوی

یہ طرفہ رنگ ہین نیرنگ دوست لائے ہوئے
کہ اونکی بزم مین داخل ہین بے بلائے ہوئے

جو اپنے بنتے تھے دیکھا تو وہ پرائے ہوئے
تمام اہل زمانہ ہین آزمائے ہوئے

ہمارے خون کے پیاسے زمانے کے قاتل
وہ دیکھو بزم مین بیٹھے ہین سر جھکائے ہوئے

دیا ہی غسل شہادت کسیکے خنجر نے
لہو مین سر سے قدم تک ہین ہم نہائے ہوئے

نہ پوچھو کچھ مجھے حال عدم نہین معلوم
ہوا زمانہ سرائے جہان مین آئے ہوئے

جلا رہے ہین جو غیرون کو آتشین نالے
حضور ہی کے تو لوکے ہین یہ لگائے ہوئے

جواب خط کو زبانی مجھے ستاتے ہین
یہ نامہ بر ہین مقرر ترے پڑھائے ہوئے

اوٹھا کے آنکھ رخ عفو کسطرح دیکھین
گنہ کے بوجھ سے ہم سر کو ہین جھکائے ہوئے

شکار طائر دل کا وہ کھیلتے ہین سرور
جو دام زلف کا چہرے پہ ہین بچھائے ہوئے

شاد* جناب شیخ محمد جان صاحب لکھنوی پیر ومیر

چلے تو رخت کفن مین ہین منھ چھپائے ہوئے
وہ تار ٹلین نہ کہین بال ہین نہائے ہوئے

مری طرح جو کلیجہ کو ہو دبائے ہوئے
کہان سے آئے ہو یہ دلپہ چوٹ کھائے ہوئے

یہ شرمگین ہین جو خلوت مین بھی ہین آئے ہوئے
کمر کیطرح ہین سارا بدن چرائے ہوئے

وہ صید ہون کہ سگ کوے یار ہو کر ہما
سب استخوان پہ مرے دانت ہین لگائے ہوئے

شہید ناز کرینگے وہ جامہ زیبی سے
اوتارنے کو ہین سر آستین چڑھائے ہوئے

وہ بادہ کش ہون پس مرگ جسکی تربت پر
مدام ابر کرم چھاونی ہی چھائے ہوئے

جو آئین تربت عاشق پہ ناز کہتا ہی
حضور خاک سے دامن ذرا اوٹھائے ہوئے

نشان پوچھتے ہو کیا اجل کے ماروںکے
وہ بے پڑے ہین زمین مین فلک ستائے ہوئے

* یہ سہ غزلہ علاوہ ۱۱ شعر کے اجرتی ہی

نقاب اوٹھاؤ یہ کہتا ہو حسن بے پردہ ۔ حیا یہ کہتی ہو صورت رہو چھپائے ہوئے
عجب نہین ہو جو پرسش ہو خون ناحق کی ۔ شہید دست حنائی ہین رنگ لائے ہوئے
چراغ وشمع نہین ہون وہ مشعل دستی ۔ کہ جسکے ہاتھ لگا لے چلا جلائے ہوئے
شانہ آدم خاکی کو اسے کلال اجل ۔ یہ قدرتی ہین کھلونے ترے بنائے ہوئے
نشان قبر وہ ہم دل جلون کے ہین اے شاد ۔ کہ دود آہ ہو دھونی جہان رمائے ہوئے

ایضاً غزل ثانی

یہ گرم رو جگر سوز دل ہین لائے ہوئے ۔ کہ یک اشک پسینے مین ہین نہائے ہوئے
پڑے بھرے ہوے چومین کڑی ودکھائے ہوئے ۔ پڑے ہوئے ہین طمانچہ اجل کا کھائے ہوئے
چھوڑائے گرد گنہ تن بدن دُھلائے ہوئے ۔ چلے ہین اشک ندامت مین ہم نہائے ہوئے
سحاب زلف ہوا اوس مہ کے روے روشن پر ۔ سر بگہن ہو کہ خورشید کو چھپائے ہوئے
گلابیان لیے غنچے ہین جام لالہ و گل ۔ بہار آئی ہو میکش ہین رنگ لائے ہوئے
رُکے نہ آنکھ مین آنسو تو کیا شکایت درد ۔ جو نور چشم تھے اپنے وہی پرائے ہوئے
نظر لگے نہ کہین اونکے نجم دندان کو ۔ ستارے شام سے ہین ٹکٹکی لگائے ہوئے
تپ درون سے وہ سوزان ہوا استخوان جسکے ۔ دیا سلائی سے جلتے ہین بے جلائے ہوئے
جو مرُدون کی لحد پائمال کرتے ہو ۔ بھرے نہ خاک چلو پانیچے اوٹھائے ہوئے
وہ تشنہ کام مژہ ہون کہ جسکے چھالون پر ۔ تمام خار بیابان ہین خار کھائے ہوئے
حیا یہ ہو جو بہائے بھی ہین نگاہون مین ۔ تو شکل آنکھ کے پردے مین ہین چھپائے ہوئے
نشان نامورن بے نشان ہوئے افسوس ۔ مٹے یہ خاک کے پتلے نبے بنائے ہوئے
ازل سے پیر فلک سرنگون جو ہو اے شاد ۔ شباب ڈھونڈھ رہا ہو کمر جھکائے ہوئے

ایضاً غزل ثالث در صنعت ضد لا بتدا لقافیہ واحد

کسی ترنگ سے شاید ہو لو لگائے ہوئے ۔ جو شمع آنکھ مین آنسو ہو ڈبڈبائے ہوئے

غمِ خزان ہی گلشن مین رنگ لائے ہوئے
کہ شبنم آنکھ مین آنسو ہی ڈبڈبائے ہوئے

غریقِ بحرِ الم وہ ہون جسکے ماتم مین
حباب آنکھ مین آنسو ہین ڈبڈبائے ہوئے

فلک کے ہاتھ سے اک رعد ہی نہین نالان
تگرگ آنکھ مین آنسو ہین ڈبڈبائے ہوئے

یہ دخت رز یہ موا کون جسکی حسرت پر
ہین اشک آنکھ مین انگور ڈبڈبائے ہوئے

وہ خار ہون کہ جسے پھوٹ پھوٹ رونیکو
پھپھولے آنکھ مین آنسو ہین ڈبڈبائے ہوئے

گلون پہ اوس بہاران مین پڑ گئی شاید
جو نرگس آنکھ مین آنسو ہی ڈبڈبائے ہوئے

سمجھ نہ ساغرِ مے غور کر تو اے ساقی
یہ کسکے دیدۂ پُرنم ہین ڈبڈبائے ہوئے

مین وہ ہون کشتۂ گریہ کہ جسکے غم مین
ہر اشک آنکھ مین آنسو ہی ڈبڈبائے ہوئے

بھرے صدف مین ہین نیسانِ حسن نے موتی
وہ شوخ چشم کہ آنسو ہی ڈبڈبائے ہوئے

ہمین تو دیکھ کے آنکھون مین خون اوترتا ہی
غمِ رقیب مین آنسو ہین ڈبڈبائے ہوئے

وہ آب دیدہ نہین میری آہ سوزان کے
دھوئین سے آنکھ مین آنسو ہین ڈبڈبائے ہوئے

یہ کون عاشق دندان گذر گیا ہی **شاد**
گہر ہین آنکھ مین آنسو جو ڈبڈبائے ہوئے

ثمرِ خیالِ* جناب نواب مرزا محمد مہدی علی خانصاحب لکھنوی

نہ چین پائینگے بے اُف زبان پہ آئے ہوئے
جو میرے دل کی طرح دل ہین چوٹ کھائے ہوئے

کسیکے تیرِ ادا دل مین ہین جو آئے ہوئے
تڑپ رہے ہین کلیجہ سے ہم لگائے ہوئے

نکھر کے کون چمن مین دمِ سحر آیا
کہ پھول آب خجالت سے ہین نہائے ہوئے

یہ پوچھنا ہی کہ اب ہمسے چھانٹے جاتے ہین
جو اوسکو یاد ہین فقرے سُنے سُنائے ہوئے

ترے خیال کی جب سینہ مین کہ ہی تصویر
سمجھ کے دل وہ کلیجہ سے ہین لگائے ہوئے

جہان مین آکے ہوے منفعل یہ ایا ہی
چلے خموش عدم ہم جو منھ چھپائے ہوئے

اشارہ تختۂ نرگس کا ہی کہ سیر کو آؤ
تمھاری راہ مین آنکھین ہین ہم بچھائے ہوئے

وہ خود یہ کہتا ہی کرتا ہون جسسے دل کا گلا
کہ ہم بھی ہین اسی بیرحم کے ستائے ہوئے

* سہواً یہ غزل بے ترتیب ہوگئی۔

شمشاد جناب نواب سلطان علی خان عرف ممن صاحب لکھنوی شاگرد جناب جلال لکھنوی

ہمارے گھر مین شب وعدہ ہین وہ آئے ہوئے
پڑے ہین زیر قدم آنکھین ہم بچھائے ہوئے

دوا کرو نہ مرے درد دل کی چارہ گرو
تڑپنے دو یہ ہین الفت کی چوٹ کھائے ہوئے

بہلا آگئی صیاد اتو کر دے رہا
زمانہ ہوگیا اس آس کو لگائے ہوئے

جب اوتری اونکی سواری تو اونکو خوش پایا
جب آئے گھر مین مرے تو ریان چڑھائے ہوئے

تمھاری چاہ مین یہ آج کون ڈوب مرا
یہ کیون ہو تم عرق شرم مین نہائے ہوئے

سکون دل کی نہ صورت ہوئی کبھی ظاہر
وہ آکے پاس بھی بیٹھے تو منھ چھپائے ہوئے

تو خدا تمھین آباد رکھے دنیا مین
ہزارون گھر کیے ویران بسے بسائے ہوئے

بیان حال دل مضطرب جو اونسے کیا
بگڑ کے بولے یہ فقرے ہین سب بنائے ہوئے

ادوہس نامہ بر آتا ہی خیر ہو یارب
حواس جاتے رہے کچھ ہمارے آئے ہوئے

ملا کے خاک مین کچھ منفعل ہوئے شمشاد
کھڑے ہین میری لحد پر وہ سر جھکائے ہوئے

عیش جناب شیخ فدا علی صاحب لکھنوی

ہمارے دل مین ہین وہ یاد نکے آئے ہوئے
ہم اونکے دل مین ہین دیکھیے کس طرح سمائے ہوئے

وہ میرے پھولون مین اس رنگ سے ہین آئے ہوئے
مسی چھڑائے ہوئے چوڑیان بڑھائے ہوئے

چرالیا ہمین ذات شریف نے دل کو
جبھی کے بیٹھے ہین محفل مین سر جھکائے ہوئے

ترے خیال کو اے ماہ بے کلف ہر دم
برنگ داغ کلیجہ سے ہین لگائے ہوئے

وہ دن ہو پھر کہ مصلون کے بدلے شیشون کو
بغل مین قاضی و مفتی پھرین دبائے ہوئے

خباب خضر زیارت کو اونکی آتے ہین
جو لوگ سبزۂ خط پر ہین زہر کھائے ہوئے

امید جنسے یہ تھی دینگے ہمسکو یہ مٹی
ابھی و کفین کو ہم آئے کفن پہنائے ہوئے

وہ پہلوان جو نہ گشتی فلک سے کھاتے تھے
پڑے ہین خاک کے نیچے دبے دبائے ہوئے

ریویو
علمی جنتری

بابت ۱۸۹۶ء جسکو ہمارے دوست سید محمد عبداللہ صاحب علم سوداگر کتب نے دفتر کے واسطے ریویو کیلئے بھیجی۔ باوجود عدم فرصتی کے از ابتدا تا انتہا دیکھا واقعی جناب علم صاحب نے بڑی جانفشانی اور کوشش کے ساتھ اس جنتری کو مرتب کیا ہوگا اور بڑے بڑے اخبارون اور رسالون نے ریویو زور الفاظ کے ساتھ دیئے کہ اب ہم کو قلم اوٹھانا ہی مشکل معلوم ہوتا بس فقط ہم اتنا کہتے ہیں کہ اس علمی جنتری کو ہر ہم کو دیکھنا چاہیے جب چاہیے اس جنتری کو دیکھیے اور زمین و آسمان کی گھر بیٹھے سیر کیجیے۔ اور کاغذ اور چھپائی تو اسکی ادنی صفت ہے باوجود اس قدر کے قیمت کچھ بھی نہیں صرف مر اس پتے سے ضرور منگوا لیجیے۔ کانپور بازار رام نرائن کمری والی کوٹھی

سبب یہ ہو جو کلیجے پہ ہاتھ رکھے ہین — کہ سنگ عشق کی دلپر ہین چوٹ کھائے ہوئے
ضعیف لاکھ ہین لیکن پھر اتنی طاقت ہو — کہ ایک آہ پہ ہین آسمان اوٹھائے ہوئے
نہین ہو خوف نکیرین کے سوالون کا — لحد مین عیش علی ولی ہین آئے ہوئے

فاخر عالیجناب معلی القاب نواب سید اصغر حسین صاحب لکھنوی دام اقبالہ مربی تصویر عالم

عبث وصال ہو غیرونکا تم چھپائے ہوئے — کبھی نہ نازنگا مین بال ہین بنائے ہوئے
اٹے ہو گرد مین آنسو ہین ڈبڈبائے ہوئے — یہ کسکو آتے ہو تم خاک مین ملائے ہوئے
نہین جنھین شہ خوبان کا حکم گویائی — زبان دانتون کے نیچے ہین وہ دبائے ہوئے
کہان ہو موسم پیری مین داغ دلکو فروغ — چراغ صبح کیصورت ہین جھلملائے ہوئے
صبا خبر یہ ذرا جاکے کر عنادل سے — کہ دام باغ مین صیاد ہین بچھائے ہوئے
ملے جواب یہ دندان شکن جو واعظ کو — تو بزم رند سے بھاگے ہین منھ چھپائے ہوئے
نہین ہو انس صدا سے جو ہم فقیر و مکی — تو کیون ہین کان وہ پردے سے پھر لگائے ہوئے
یہ بعد قتل ہوا بارے اونکے دلپہ اثر — شہید ناز کا لاشہ ہین خود اوٹھائے ہوئے
یہ بیقرار ہو دل میرا عشق مژگان سے — شکار جیسے تڑپتا ہو تیر کھائے ہوئے
پس فنا جو گناہون نے روسیاہ کیا — کفن مین منھ ہین خجالت سے ہم چھپائے ہوئے
ضرور آج کسی سے چلیگی پھر تلوار — کمر سے تیغ جو نکلے ہین وہ لگائے ہوئے
نہ عاشقون کو دکھائینگے اب کبھی صورت — قسم ہین مصحف رخسار کی وہ کھائے ہوئے
کمی کرینگے نہ دل توڑینگے گردونکا — یہ تیر آہ تو میرے ہین آزمائے ہوئے
خوشی مین کیون نہ مین جامے سے اپنے باہر ہون — کہ آج آتے ہین وہ آستین چڑھائے ہوئے
یہ تیری تیغ کا لپکا ہو قلب بسمل کو — کہ جیسے شیر جھپٹتا ہو زخم کھائے ہوئے
نگاہ لطف ادھر بھی ہو اے شہ خوبان — گدا ہین در پہ ترے آسرا لگائے ہوئے

[illegible] ۳۴ شعر اجرتی ہین

شبِ وصال جو کھٹکا لگا ہو جانے کا
تو میرا پاؤن ہے دامن مین وہ دبائے ہوئے

مسافرانِ عدم ٹھیرو ہم بھی چلتے ہین
بڑھے نجاؤ قدم آگے تم بڑھائے ہوئے

یہ محو اشک ندامت سے کب ہو دفتر جرم
مثال سطر غلط کے ہین مٹائے ہوئے

لکھا یہ دیتا ہون قاصد مین لینے قاتل کا
حنا لہو کی تھا ہاتھون مین وہ لگائے ہوئے

نہ جھکین ابروئے قاتل سے کیون مری آنکھین
کہ آب تیغ ہین زخم جگر چرائے ہوئے

کہا یہ دیکھکے آوارگان اُلفت کو
غریب کون یہ سب ہین فلک ستائے ہوئے

شب فراق مین یاد آگئے ہین جو وہ ابرو
تڑپ رہا ہون مین خنجر گلے لگائے ہوئے

خبر کوئی شہِ خوبان سے کر دے فاخر کی
حضور آئے ہین ہم آپکے بلائے ہوئے

قیصر جناب نواب سید امجد علیخان المعروف بہ نواب وزیر صاحب لکھنوی شاگرد جناب فصاحت لکھنوی خلف اصغر جناب نواب محمد مہدی علیخان صاحب بہادر

تمھارے کوچہ مین دھونی جو ہین رمائے ہوئے
یہ سب کے سب در کعبہ سے ہین اوٹھائے ہوئے

تڑپتے ہین جگر و دل پہ ہاتھ رکھے ہم
کسیکے ناز کسیکے ستم اوٹھائے ہوئے

جو آئے بھی ہین مرے گھر مین بعد مدت کے
خموش بیٹھے ہین وہ تیوریان چڑھائے ہوئے

میانِ بزم جو گرنے لگا مین پی کے شراب
تو ہنسکے بولے وہ مجھکو ذرا بچائے ہوئے

تمھارے عاشق لاغر ہین گو نحیف بہت
مگر ہین کوہ غم ہجر تو اوٹھائے ہوئے

نہین ہے خوف اونھین ضرب حسام سے ای ترک
جو تیری تیغ ادا کا ہین وار کھائے ہوئے

مین کسطرح اب اشارون اونکے بوسے لون
کہ بیٹھے ہین وہ نظر سے نظر ملائے ہوئے

مری لحد پہ ہوا کے بجھائے بھی نہ بجھے
چراغ شبکو ترے ہاتھ کے جلائے ہوئے

اوڑاؤن خاک مین دریا کی راہ مین جا کر
پھرینگے غیر کے ہمراہ وہ نہائے ہوئے

غضب ہی غیر کے ماتم مین ہین پریشان اب
وہ بال تھے جو مرے ہاتھ کے بنائے ہوئے

یہ سب غزل کی تجھے داد دینگے اے قیصر — جو تیری بزم مین اہل سخن ہین آگے ہوے

قیصر جناب شاہزادہ مرزا قیصر بخت صاحب بہادر بنارسی

یہ کسکے خون سے سراپا قبا ہی تر بولو — لہو مین کسکے یہ بیٹھے ہو تم نہائے ہوے

شہید عاشقون کو اپنے وہ کرینگے ضرور — کہ آج ہاتھون مین مہندی وہ ہین لگائے ہوے

چمن سے پھول اوٹھاتا تھے جنکو بار گران — وہ نعش کو مین مری دوش پر اوٹھائے ہوے

اگر یہ سچ ہی کہ معدوم ہے کمر اونکی — تو پھر وہ تیغ ہین کسطرح سے لگائے ہوے

نہین ہی ضد اونھین بیوجہ دل کے لینے پر — ضرور فقرے کسیکے ہین یہ سکھائے ہوے

کسیکا دل ہی چرایا گمان یہ ہوتا ہی — حضور آپ جو بیٹھے ہین سر جھکائے ہوے

ضرور اب دُرِ مضمون کمر کا پائینگے — ہین بحر فکر مین غوطہ جو ہم لگائے ہوے

حسین جمیع ہین وہ جو کہ دلبری مین ہین طاق — تم اپنا دل رہو قیصر ذرا بچائے ہوے

کامل عالیجناب معلّی القاب جناب مولوی سید علی میان صاحب قبلہ لکھنوی دام ظلہ مربی تصویر عالم

وہ کان دہر مین بکنے کو ہین جو آئے ہوئے — گہر ہین گرد یتیمی سے منہ چھپائے ہوئے

حریف انکا دیارِ عدم مین کوئی نہ تھا — کہان سے تیغ ہین قاتل خون مین نہائے ہوئے

ہمارے سوزِ محبت کو دیکھ جائین کبھی — کہان ہین صاعقۂ طور کے جلائے ہوئے

زمین پہ شوق سے وہ عاشقونکے دل پھینکین — یہ جام کاسہ گردون کے نہین بنائے ہوئے

خلاف عقل ہی بارانِ اشک سے بیٹھین — غبار گردش افلاک کے اوٹھائے ہوئے

زمانہ کیا گل و بلبل کی ہمنشینی کا — تجھے تو دیر ہوئی اے نسیم آئے ہوئے

طیور باغ کے نالے خدا کہین سُن لے — تباہ پھرتے ہین صیاد کے ستائے ہوئے

بلند نام ہوئے زیر خاک اہل کمال — چراغ شب کو جلے صبح کے بجھائے ہوئے

غرور اہلِ ہنر کا مقامِ حیرت ہے — غم کے بارسے شاخین ہین سر جھکائے ہوئے

بچشم کم نہ تہیدست کو غنی دیکھے — عدد کے مرتبے ہین صفر کے بڑھائے ہوئے

چلا ہون سونے کو پہلوئے قبر مین کامل — جگر پہ تیغِ محبت کا زخم کھائے ہوئے

کلیم جناب مولوی محمد عبدالرحیم صاحب لکھنوی

رہونگا ہجر اپنی مین چوٹ کھائے ہوئے — کلیجے سے دلِ مضطر کو ہون لگائے ہوئے

ہے اونکے غصہ مین بھی اک ادائے آرائش — کہ مجھسے رہتے ہین ہر وقت منھ بنائے ہوئے

کچھ ایسا محو تری یاد مین ہون مین ظالم — کہ جی سے سارے زمانے کو ہون بھلائے ہوئے

گلا کرونگا مین بیدلی کا تم سے کبھی — نظر ملاؤ عبث ہو نظر چرائے ہوئے

نہ چین آئے کبھی ترے دست تسکین کو — اگر ہم آئین ترے پاس دل جلائے ہوئے

ضرور عشق مین کچھ بھی سمجھ نہین رہتی — ہم اپنا جانتے تھے جسکو وہ پرائے ہوئے

بہا دے خون رقیبون کا پہلے تو ظالم — ہمارے قتل مین ہون خنجر آزمائے ہوئے

زمانے بھر کو تری وحشتون سے وحشت ہے — سنا ہے مین سبھون کو ترے ستائے ہوئے

غبار دل مین بھی تیرے نہوگا ذرہ بھر — کہ ہم ہین سارے زمانے کی خاک اوڑائے ہوئے

لپٹ بھی جا مرے سینہ سے کر نہ خوف ذرا — بہت زمانہ ہوا دل پہ چوٹ کھائے ہوئے

کلیم یون ہے دمِ دید محو حیرانی — کہ جیسے کوئی کسی سے نظر ملائے ہوئے

لطیف جناب محمد عبداللطیف صاحب از کہرور ضلع ملتان

تمھارے ہجر کے جفا مین کہان ستائے ہوئے — کہ ہر جگہ ہے یہ عشق آفتین اوٹھائے ہوئے

تری گلی سے چلے تیر عشق کھائے ہوئے — رگ رگ پہ ہاتھ دھرے خون مین نہائے ہوئے

ادھر بھی جذبۂ دل کھینچے لئے ہین ان کا ش — سُنا ہے غیر کی محفل مین ہین وہ آئے ہوئے

ڈریگا دل نہ مرا ظلم چرخ سے ہرگز — فراق یار کی ہین سختیان اوٹھائے ہوئے

ہم ایسے پھر تری محفل مین کسطرح پہونچین — لپٹ گئے تری ڈیوڑھی پہ جب بلائے ہوئے

نکلتے دیکھ لیا ہمنے غیر کے گھر سے
سب آج کھل گئے فقرے ترے بنائے ہوئے

لطیف لطف تو جب ہو کہ آج خود وہ حسین
ہمارے گھر مین چلا آئے بے بلائے ہوئے

ماہر عالیجناب معلی القاب جناب نواب مولوی سید مہدی حسین صاحب لکھنوی دام اقبالہ مرزبی تصویر عالم

عبث جہان مین کب ترے لئے ہین آئے ہوئے
تڑپ رہے ہین لحد مین ترے ستائے ہوئے

نہ پوچھو کچھ کہ یہ کون آئے ہین بنائے ہوئے
یہی ہین خلق کے ہین خاک مین ملائے ہوئے

تم اہل بزم مین سے ایک کو تو بوسہ دو
فقیر بیٹھے ہین سب آسرا لگائے ہوئے

نہ اوگے یہ بیان سے کسطرح تیغ ادا قاتل
ہمارے قتل پہ ہو آستین چڑھائے ہوئے

یہ کون لیگیا پہلو سے کیا ہوا یا رب
ابھی تو دیر ہوئی تھی نہ دلکو آئے ہوئے

صدا یہ ہچکیون سے دیئے مر گئے عاشق
جنازہ لاؤ وہ گھبرا رہے ہین آئے ہوئے

بہے وہی مری آنکھون سے اشک بن بنکر
جگر کے زخم تھے باقی جو کچھ چرائے ہوئے

دلونکو عاشقون کے سچ تو ہے وہ کیا جانین
کہین پڑے ہوئے ہونگے جلے جلائے ہوئے

نشان وحشیو منزل کا مل ہی جائیگا
چلے چلو کسی جانب کو منھ اوٹھائے ہوئے

اونھین کا بوجھ نہ اونپر پڑے یہ ڈرتا ہون
وہ لاش اوٹھا ہین او لاش ناز اوٹھائے ہوئے

ادھر ہو ایک دل زار دیکھیے کیا ہو
مژہ کی صف ہے مرا او سطرف جمائے ہوئے

تمھاری زلف کو دل دیکھکر یہ کہتا ہے
یہ ابر آیا ہے بجلی کہین گرائے ہوئے

عبث گمان بد اونپر نہین ہوا ہو فرقت
کہین وہ ہان نہ کہین دل مین ہین ملائے ہوئے

ہزار حیف کہ مر وہ کہین اونھین بیدار
ابھی جو سو گئے تھے ہجر کے جگائے ہوئے

گناہگارون کو دیتے ہین غسل کیون مرکر
یہ آپ ہین عرق شرم مین نہائے ہوئے

دل و جگر کی تمنا مین قتل ہوتی ہین
اوجڑ رہے ہین مرے گھر بسے بسائے ہوئے

نہ دل مین حسرتین اب ہین نہ دل ہے سینہ مین
تہ نگاہ مین بیٹھے ہین گھر لٹائے ہوئے

تقاضا سن کا ہو اُٹھتے سے راہ چلو
ادا یہ کہتی ہو چال اور بھی بنائے ہوئے

دلوں کو دیکھ کے ناوک فگن یہ کہتے ہین
اوٹھا لو انکو نشانہ یہ ہین اوڑائے ہوئے

شبِ وصال وہ سر رکھکے جیبہ سوئے تھے
تڑپ رہا ہون وہ تکیہ گلے لگائے ہوئے

امید اب ہے ترے دیدار کی ہو کب قاتل
گلے پہ تیغ بھی رکھی تو منہ پھرائے ہوئے

مائل جناب صادق علیخان صاحب شاگرد حضرت واجد علیشاہ انار اللہ مرقدہ

وہ زلف ہین رخ گلرنگ پر بنائے ہوئے
چمن پہ لکہ ابرِ سیہ ہین آئے ہوئے

جلو مین ہفت فلک مین مگر نہ پہونچین گے
سمندِ ناز کو جاتے ہین وہ اوڑائے ہوئے

حسد فقیرون پہ ہوتا ہو تاجدارونکو
تمہاری بزم مین جاتے ہین جب بلائے ہوئے

شبِ وصال کے جویا ہین ہم ترے مشتاق
یہ کون مشعل خورشید ہو جلائے ہوئے

ہمات سمجھکے اونھین صید شاعرون نے کیا
جو بامِ فکر سے مضمون تھے اوڑائے ہوئے

وہ تمسے لطف تکلم کے پھر ہوئے جویا
لبِ مسیح کے مردے جو تھے جلائے ہوئے

مرے کلام نہ بھولینگے فکرِ سامع سے
یہ تیر ہین قدر انداز کے لگائے ہوئے

لحاظ چاہیے بسترہ پہ خواب مخمل کو
حنا وہ پائے نگارین مین ہین لگائے ہوئے

وصال یار جو ہمکو شکار عنقا ہے
عبث یہ دام تفکر مین ہم بچھائے ہوئے

کبھی سخن سے نکالی ہو کلک مائل نے
یہ طفل ہین ادب آموز کے سکھائے ہوئے

مجنون جناب نواب قمر الدین حیدر بہادر عرف سردار صاحب لکھنوی خلف نواب سراج الدولہ بہادر سردار جنگ مرحوم لکھنوی

مسافرانِ عدم ہین جو خوف کھائے ہوئے
زمینِ قبر اوا آغوش مین دبائے ہوئے

سرِ مزار دھمک کر نہ پاؤن رکھ ای دوست
پڑے ہین قبرون مین ہم زخم دل پہ کھائے ہوئے

ہمارے دلکی خوشی کر دو ایک دن یون ہی
کبھی تو یار چلے آؤ بے بلائے ہوئے

بتائین کیا تمھین ہم کون ہین پہ یزاد و
غریب گردشِ افلاک کے ستائے ہوئے

نوٹ
۱۶ صفحے گلدستہ کے ہم پابند ہر ماہ مین تھے صرف بلحاظ خاطر اپنے معزز خریدارون کے چار صفحے اور صرف ایکماہ کیلیے بڑھا دیے تاکہ کل غزلین آجاوین امید آپ حضرات کی قدردانی سے یہی کہ سالانہ تصویر عالم جن حضرات کے ذمے باقی ہے رحمت فرماوین کیونکہ پانچ ماہ سال حال بھی گذر گئے یا تو بذریعہ منی آرڈر بھیجیے یا ہمکو اجازت ویلیو پےایبل دیجیے کہ پرچہ اپریل بذریعہ ویلیو ارسال ہو فقط
آپکا خادم
مینیجر تصویر عالم

خفر لگاڑکی بل ابروؤن کا دیتا ہی
وفا نے وعدہ کو آئے ہین منہ بنائے ہوئے

نجانیے کہ نصیب آج کسکے جاگے ہین
کہین چلے ہین ڈوپٹہ مین منہ چھپائے ہوئے

ہمارا غنچۂ دل اب شگفتہ کیا ہوگا
کئی مہینے تو گذرے بہار آئے ہوئے

وہ آئین فاتحہ پڑھنے تو اب بھی باقی ہین
مری لحد کے نشان کچھ مٹے مٹائے ہوئے

صبا بتاؤن تجھے مین کہانسے آتا ہون
بتون کے گھر سے مزے وصل کے اڑائے ہوئے

معاملہ ہے یہ کچھ اور مین نہ مانون گا
نہانے بیٹھے ہو کل کے ابھی نہائے ہوئے

صبا یہ کہدے کہ نازک دماغ ہی مجنون
کفن کے پارچے پھولون مین ہین بسائے ہوئے

مجتبیٰ حقیر سید مجتبیٰ احسن لکھنوی مینجر تصویر عالم

حیاسے بالون مین چہرہ ہین چھپائے ہوئے
کہین سے آتے ہین جاکے ہونٹ دبائے ہوئے

خدا کے واسطے خصت کا نام تم سے نہ لو
مرا جگر ہی جدائی کی چوٹ کھائے ہوئے

ہمین ستاؤ نہ للہ اوکھڑی باتون سے
ہم آپ گردش گردون کے ہین ستائے ہوئے

فنا کے بعد بھی گردش ہی میری قسمت مین
لیے پھرے گی ہوا خاک کو اڑائے ہوئے

پڑے ہین ٹوٹے ہوئے ہر قدم پہ شیشۂ دل
سنبھل کے راہ چلو پاؤن کو بچائے ہوئے

سوال وصل جو کرتا ہون تو یہ کہتے ہین
تجھی پہ بیٹھے ہین کیا آپ زہر کھائے ہوئے

پری بھی ساتھ اگر سو رہے تو منہ نہ کرون
تمہارے وصل کا دل ہی مزا اوٹھائے ہوئے

کفن مین یار کی تصویر رکھدین دفن کے وقت
لحد سے اوٹھونگا اوسکو گلے لگائے ہوئے

کمر پہ یار کی ہاتھون کا بوجھ کیا ڈالون
وہ آپ گیسوؤن کا بار ہین اوٹھائے ہوئے

چلو شراب کے پینے کا دن ہے مے خوارو
زمین باغ پہ ہے سبزہ ہین بچھائے ہوئے

لڑائین آنکھین حسینون سے مجتبیٰ ہمنے
رقیب بیٹھے رہے تیوریان چڑھائے ہوئے

مشتاق جناب سید مصحف حسین صاحب تعلقدار از قصبہ مصطفیٰ آباد

شب فراق کے صدمون کو ہین اوٹھائے ہوئے
بلا کی چوٹ ہین ہم اپنے دل پہ کھائے ہوئے

غرض نہین ترے کشتون کو آب میت سے
کہ آب تیغ سے قاتل ہین یہ نہائے ہوئے

جو حال کہنے گیا دل کا ہنسکے فرمایا
کہو کچھ اور یہ قصے ہین سب سنائے ہوئے

تمھارے تیر کی بھنے یہ منزلت کی ہے
ہین اپنے سینے سے دل کی طرح لگائے ہوئے

شب فراق مین کیا حال پوچھتے ہو مرا
تڑپ رہا ہون مین ہاتھون سے دل دبائے ہوئے

دکھا دے اتنا اثر اک دن تو جذبۂ عشق
ہمارے گھر مین خود آئین وہ بے بلائے ہوئے

ہماری قبر ہے رستہ مین فاتحہ پڑھلو
کدھر کو جاتے ہو گھوڑے کی باگ روکے ہوئے

وہ آج آئے تو ہین پر خدا ہی خیر کرے
رکے رکے ہوئے بیٹھے ہین منھ چھپائے ہوئے

تمھاری آنکھون مین آنسو بھرے ہین کیون مشتاق
جو دل نہین ہے محبت کی چوٹ کھائے ہوئے

مضطر جناب میر جعفر حسین صاحب بنارسی

ملال و حسرت و رنج و الم ہین آئے ہوئے
یہ سب ہین خانۂ دل کو مرے بسائے ہوئے

مزا درشت کلامی کا ہے اوٹھائے ہوئے
دل اونکی تیغ زبان کا ہے زخم کھائے ہوئے

کچھ ایسا اب اونھین ہم راہ پر ہین لائے ہوئے
خوشی خوشی چلے آتے ہین بے بلائے ہوئے

وہ قتل گاہ مین اس شان سے ہین آئے ہوئے
ہے تیغ ہاتھ مین اور آستین چڑھائے ہوئے

شمار ہی ہے شہیدون کا مرتبہ ناحق
ہمارے قتل سے وہ ہاتھ ہین اوٹھائے ہوئے

خدا کی راہ پہ سائل ہون دیجیے بوسہ
کھڑا ہون در پہ حضور آسرا لگائے ہوئے

سنی جو نرگس شہلا نے آمد اوس گل کی
چمن مین آنکھین سر راہ ہے بچھائے ہوئے

اجل نے آکے کیا اوسنے ہمکو شرمندہ
کفن سے اسلیے جاتے ہین منھ چھپائے ہوئے

وہ کون دل ہے کہ جسمین نہین بتون کا مقام
خدا کے گھر کو گھر اپنا یہ ہین بنائے ہوئے

رلا رلا کے جنھون نے کیا ہلاک مجھے
وہ آج روتے ہین تربت گلے لگائے ہوئے

کلام مضطر غمگین جو ہے بہت پر درد
کسی کے عشق کی دلبر ہے چوٹ کھائے ہوئے

نیر جناب مولوی محمد فصیح اللہ خان صاحب بنارسے

ہمین نہ چھیڑیئے ہم آپ ہین ستائے ہوئے — مصیبتین ہین بہت عشق مین اوٹھائے ہوئے

تمھارے ہجر کی ہین ہمتو چوٹ کھائے ہوئے — تمھارے وصل کا طالب ہو مزا اوٹھائے ہوئے

نہ پوچھو حال ہو ظاہر ہماری صورت سے — بتائین کیا کہ فلک کے ہین ہم ستائے ہوئے

لیا کسی نے نہین ہو جو بوسۂ عارض — تو کیا سبب ہو جو ہین گال تمتمائے ہوئے

خدا نہ ڈالے برا وقت سخت مشکل ہو — کہ ایسے وقت مین اپنے بھی ہین پرائے ہوئے

اوڑے نہ گرد صبا تو ذرا سنبھل کر چل — شہید ناز کی تربت پہ ہین وہ آئے ہوئے

قصور کا بھی ہمارے خیال ناحق ہو — کہ دل سے آپ ہین بالکل ہمین بھلائے ہوئے

چلا ہو باغ سے اوعندلیب وہ گل تر — نجانے دیکھیو بے حال دل سنائے ہوئے

تجھی کو رحم جو آئے تو کام بنجائین — ترے ہی در پہ پڑے ہین ترسائے ہوئے

شرار تارِ نفس سے نہین خطر نیر — کہ لو ہین شمع رسالت سے ہم لگائے ہوئے

ہذا جناب سید ہدایت اللہ خان صاحب لکھنوی نیر جناب مخبر الدولہ سید الملک حکیم سید ماشاء اللہ خانصاحب بہادر اسد جنگ متخلص بہ مصدر

سنا ہو جب سے ہین گلچین چمن مین آئے ہوئے — پرون مین لئے عنادل ہین گل چھپائے ہوئے

لحد پہ اونکی اندھیرا پڑا ہو اب ہیہات — چراغ تھے ید بیضا کا جو جلائے ہوئے

الٰہی حشر مین آئے تو آئے یون لیلے — کہ ساتھ قیس کو محمل مین ہو بٹھائے ہوئے

وہ حسن دیکھتے ہین اپنا میری آنکھون سے — نگاہ بنکے نگاہو مین ہین سمائے ہوئے

وہ ہنسکے چاک کرین دل مرا گوارا ہو — مگر ملال کا پہلو ہین بچائے ہوئے

جنون جو نار قبا کر تو اتنا ٹکڑا چھوڑ — کہ کوئی سمت نکلجاؤن منھ چھپائے ہوئے

کھڑے ہین کوچۂ قاتل مین کربلا کی طرح — کفن کو پہنے ہوئے خون مین نہائے ہوئے

یہ بیقرار مین تھا اونکے عشق ابرو مین — گلے سے تیغ کو شب بھر رہا لگائے ہوئے

ہمارے خون کا محضر ہو اونکے ہاتھون مین — وہ دیکھو بزم مین مہندی ہین جو لگائے ہوئے

بسی ہوئی ہو جو دامن مین بوئے گل ا تمک — یہ کسکی شمع مزار آئے ہو بجھائے ہوئے

ہمین عزیز نہ تکلیف غسل میت دین — کہ موت کے ہین پسینے مین خود نہائے ہوئے

غرض ہی کیا ترے گریان کو غسل میت سے — کہ مثل شمع ہین اشکون مین خود نہائے ہوئے

خبر ہوئی انھین کیا میری بدگمانی کی — قسم جو کھانے کو بیٹھے ہین وہ نہائے ہوئے

ہمارے اشکون سے سارا بر آب کوچہ ہی — چلین جو آپ تو دامن ذرا اوٹھائے ہوئے

روان سفینۂ ہستی ہی بحر عصیان مین — [illegible] تر ہین گوشۂ دامن ذرا اوٹھائے ہوئے

بساط فقر سمجھتے ہین فخر دریا دل — حباب موج کے ہین جو خیمہ بچھائے ہوئے

ہی عکس رنگ طلائی کا اونکے ابرو مین — کہ زعفران مین ہین تیغے بجھائے ہوئے

ابھی ہی دودھ کی بو منھ مین طفل غنچہ کے — تو لے خندہ ہی بلبل کے ہوش اوڑائے ہوئے

چمن مین کس یہ سمنبر کی آج آمد ہی — کہ منتظر ہی صبا فرش گل بچھائے ہوئے

مدا جو شعرون کی بندش ہی مثل آئینہ — ضرور ہین کسی محبوب کے دکھائے ہوئے

عشرت جناب رائے میکو لال صاحب رئیس لکھنو

ستم رسیدہ و مصیبت زدہ ستائے ہوئے — تمھارے کوچے مین بیٹھے ہین لو لگائے ہوئے

شب وصال وہ ہین اسقدر لجائے ہوئے — دولھن کیطرح سے بیٹھے ہین منھ چھپائے ہوئے

لگاؤ تیغ کہ جھگڑا تمام ہو صاحب — امیدوار شہادت ہین سر جھکائے ہوئے

نہین ہی غیر کوئی میرے خانۂ دل مین — تمھارے وصل کے ارمان ہین بسائے ہوئے

یہ کوئی بات ہی ہم غیر پر نظر ڈالین — ہمارے دیدہ و دل مین ہو تم سمائے ہوئے

چڑھائے پھول جو اوس گل نے میری تربت پر — تو اپنے سونگھے ہوئے غیر کے سنگھائے ہوئے

بگڑ کے جائینگے ہمسے کہان ترے گیسو — کہ ہین ہمارے ہی ہاتھون کے تو بنائے ہوئے

تمھاری آنکھون سے تسخیر کیون نہو عالم — شب شباب کے جادو ہین یہ جگائے ہوئے

دکھادو ایک نظر ہاتھ جوڑتے ہین ہم — یہ کیا دوپٹہ مین ہو جان ہو چھپائے ہوئے

ہٹاؤ دل سے بتون کا تصور اے عشرت — خدا کے گھر مین یہ کفار ہین سمائے ہوئے

سہو یہ غزل یہان درج ہوئی

حبیبہ ''ہان مجھے خود خواہش ہی۔ مین آپ پوچھونگی۔ بی بی اگر تم گھبراؤ نہین تو جب تک تم نماز پڑھو مین شط فرات سے پانی بھر لاؤن''

مریم ''اچھا تم جاؤ''

حبیبہ مشکیزہ لیکر چلی گئی۔ اوسکے جاتے ہی مریم نماز پڑھکر اپنے حجرے مین جاکر لیٹ رہی اور صالح کی طرف اسکا خیال متوجہ ہوا۔

مریم۔ (اپنے بیتاب دل سے) ''کیون؟ صالح اب اسوقت سو رہا ہوگا۔ اوسکی جوانی کی نیند نے اوسے غفلت کا برقع اوڑھا دیا ہوگا۔ میرا خیال اوس دنیا کے سنسان جنگلون بے استقلال ریگستانون مین دوڑاتا ہوگا۔ امیدون نے فریب کا جال پھیلا کر اوسکے ناواقف دلکے پھنسانیکی کوششین کی ہونگی۔ شوق اُبھار کے گھاٹیون مین لے گیا ہوگا۔ یاس نے اوسکا دکھتا ہوا دل ناامیدی کے پتھر سے توڑ دیا ہوگا۔ ہجر کے بے پناہ تیرون نے اوسکے نرم کلیجے کو چھلنی بناکر اوسمین درد کی زہریلی بتی رکھی ہوگی۔ جسسے کہ وہ تڑپ رہا ہوگا۔ اوسے یہ خبر کہان ہوگی کہ مریم تیرے خیال مین گرفتار رہی ہی۔ اوسکا دل تیری مصیبت مین پھنسا جاتا ہی۔ اسکے ساتھ ہی اے دنیا اب تو مریم کو اپنے آغوش سے جدا کر۔ اپنی محبت کا ہاتھ میری پیٹھ پر سے اوٹھا۔ اپنے تعلق کا جال اب مجھپر نہ پھیلا۔ مجھے آزاد کر مین اب ہرگز نہین چاہتی کہ تیرے نئے نئے دل لبھانے والے تماشے دیکھون۔ مین نہین پسند کرتی کہ تیرے ہوش اُڑانے والے رنگ مجھے بیخود بنائین۔ مین ایک ایسی دردمند لڑکی ہون کہ جسکا دل سیکڑون جگہ سے ٹوٹ کر بیکار ہوگیا ہی۔ اور جسمین اب کسی تمنا کی ہوس باقی نہین ہی۔ اور تیری طرف سے بالکل جگہ نہین رہی ہی۔ بس اب مجھے عزت سے ارمانون بھری میری مان کی طرح قبر کے اکیلے اندھیرے حجرے مین بند کردے مین تیری یاد بھلا چکی۔ تو بھی مجھے بھلا۔ کیا تو اپنی الفت کا رشتہ نہ توڑیگی اور میری تھوڑے دنونکی زندگی بے حلاوت کرکے مجھے بےعزتی کا طوق پہنا کر رسوا کرے گی۔

یہ ہرگز نہین ہوسکتا۔ کہ پیاری مریم تیرے جل مین آکر اپنی جان سے بیش قیمت پاکدامنی
کو تج دے۔ مرتے مرتے بھی یہ قبول نکریگی۔ تیرے جادو بھرے کرشمون پر بھول کر بھی فریفتہ نہوگی
تیرے سادے مزے میری نگاہون مین بے لطف ہوگئے ہین۔ تیری سلطنت تجھے
مبارک۔ تیرے نئے نئے رنگ کے بیش قیمت لباس۔ عمدہ عمدہ مزیدار کھانے۔ طرح طرح کے
تازے میوے پر بہار باغون کی فضا۔ روشنی کی فانوسین چاند سورج کی جوڑیان۔ اونچے اونچے
پختہ محل۔ اچھی اچھی سواریان پیاری پیاری بھولی صورتین۔ دھوپ اور چاندنی کا اوجلا
اوجلا فرش۔ چوڑی چوڑی پہاڑونکی چوٹیان اندھیری راتون کے خیمے۔ تارون کی چمکتی ہوئی
افشان۔ دریاؤن کا لہراتا ہوا ٹھنڈا پانی۔ سنکتے ہوئے ہواؤن کے جھونکے۔ گرجتی ہوئی
رعدون کی آوازین۔ کڑکتی ہوئی بجلی کی چمک۔ جھوم جھوم کے چلنے والی گھٹائین۔ گھر گھر
کے برستے ہوئے بادل۔ غرض اسوقت تیرے سارے دلفریب سامان مریم کی آنکھون سے
گر گئے۔ اب اسکا دل تابوت کی سواری۔ کفن کی پوشاک۔ کافور کی خوشبو۔ خاک کا بچھونا
قبر سا مکان گور کی اندھیری۔ قدرتی فرشتے کی بھیانک صورت۔ گناہون کا بوجھ۔
ٹھنڈی ناہموار زمین ڈھونڈتا ہی۔ کیا تو اس تازہ اور نئی مسافر کو یہ بھی نہ دیسکے گی۔
اگر تیری یہی خوشی ہی تو اسکے عیبون کی طرح اوسکی لاش کسی گڑھے مین پھکوا دینا کہ صالح کی
نظرون کے سامنے نہ آئے۔ وہ اگر دیکھ پائیگا تو امید ہی کہ وہ اپنی جوانی اور اپنی زندگی
پر کامیاب نہوگا۔ اوسکے ارمان خاک مین ملجائینگے۔ اوسکے دم توڑنے والی حسرتین
— موت مرجائینگی۔ ای عشق کے سرکار کے جاسوس۔ جذب تو صالح کے ناواقف
دلکو یہ بری خبر نہ سنانا۔ مین تیری احسانمند تو میرا انتہا محسن۔ مین تیری مشکور تو میرا
خیر خواہ۔ مین تیری ممنون۔ تو میرا مہربان۔ ای حضرت صبر آپ ذرا ہاتھ تھام لیجیے گا
کہ یاس کا تیز خنجر اوسکے گلے پر نہ پھر جائے۔ ای روز فراق ای شب ہجران۔ ای درد
جدائی۔ ای موت کے فرشتے۔ ای عشق کے نابرداشتہ جناؤن جو تمکو صالح کے ساتھ

کرتا ہے وہ اوسکی معشوقہ مریم کے ساتھہ سلوک کرلو۔ وہ تمھاری نازبرداریان۔ تمھارے ستم۔ اوٹھانیکو تہ دل سے موجود ہے۔ وہ ہرگز ایسی عورت نہین ہے کہ اپنی بات کی پچ نکرے۔ اوسکا مضبوط تہ عادہ کبھی خلاف نہوگا۔ وہ ہمیشہ اپنے عہد پر قائم رہیگی وہ امتحان کے میدان۔ سے پیچھے نہ ہٹیگی۔ کہ دنیا کی عورتین اوسے حقارت سے دیکھہ سکین اور وہ اونکی نگاہون مین ٹہراسکی جاے۔ اگر خوفناک ہے تو ہجر کے جانکاہ صدمون سے اسے گوارا نہین کرسکتی۔ اسکی جفا نہین اوٹھا سکتی۔ آنکھہ دل ہارجاتا ہے۔ قدم اوٹھ جاتے ہین۔ جان بیزار ہوجاتی ہے (درد کے لہجے مین)

اُف۔ اُف۔ اسکے تو نام ہی سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین۔ اسکی زہر کی بجھی ہوی چھری سے خدا بچاے ایسے جینے سے موت۔

مریم اپنے بستر پر منہ لپیٹے لیٹی ہوی دل سے باتین کررہی ہے۔ اسکے ساتھہ ہی۔ اوسکا باپ یحیی قریب آکر۔

یحیی۔ "مریم۔ مریم۔ کیا سو رہی ہو؟"

مریم (چونک کر) "نہین لیٹی ہون"

یحیی۔ "کیون۔ کیسی ہو؟ آج خلاف معمول لیٹنا کیسا ہے"

مریم۔ "جی کچھہ نہین۔ ابھی بیٹھے بیٹھے جی گھبرایا لیٹ رہی"

یحیی۔ "جمیہ کہان ہے؟"

مریم۔ "پانی بھرنے گئی ہے آتی ہوگی (یہ کہکر اوٹھہ بیٹھی)"

یحیی۔ (اشارہ کرکے) "مین تمھارے لیے یہ انگور لایا ہون"

مریم۔ (انگور لیکر) "آپ مطمئن رہین مین اچھی ہون۔ آج آپکو بہت دیر ہوی"

یحیی۔ "امیرالمسلمین مستعین باللہ کے سارے دربار مین سلیمان شاہ سپہ سالار طلبی تھی۔ کسی امر خاص کے بابت کچھہ مشورہ کرنا تھا جب وہ وہان سے واپس ہوے

تو مجھے فرصت ہوئی"

مریم "کیا شورہ تھا"

یحییٰ "کچھ مفصل حال نہین کھلا۔ کوئی راز ہوگا"

مریم "وہ متردد تو نہ تھے۔ کہ جس سے کوئی کسی برے امر کا خیال کر سکے"

یحییٰ "نہین تو۔ اوسوقت بھی اونکے چہرے سے وہی معمولی خندہ پیشانی ٹپکتی تھی کوئی علامت ظاہری ایسی نتھی کہ جس سے مجھے یہ خبر ہوتی کہ رنجیدہ دل ہین۔

مریم "آپ نے ابھی کمر بھی نہین کھولی۔ درباری لباس بھی نہین اوتارا"

یحییٰ "تمھین لیٹا ہوا دیکھکر چاہا کہ تمھارا حال پوچھکر تسلی حاصل کرلون تو کمر کھولون"

یہ کہکر اوسکے محبت دار باپ نے اپنا لباس اوتارا کمر کھولی معمولی کپڑے پہنے ہاتھ منہ دھویا۔ مریم کھانا سامنے لائی۔

یحییٰ "پیاری مریم آؤ"

مریم "میرا جی ابھی نہین چاہتا۔ صبحکو ناشتہ کر چکی ہون۔ ابھی ابھی آپکے لائے ہوے انگور کھائے۔ بھوک بھی نہین معلوم ہوتی۔ آپ نوش کیجیے"

یحییٰ "خیر تھوڑا ہی سا ہمارے ساتھ کھالو"

مریم "بہت خوب کہکر بیٹھ تو گئی مگر کھایا نہین جاتا۔ جبراً کچھ کھانے کا نام کرکے اوٹھ کھڑی ہوی۔ زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم کوئی دو تین نوالے کھاکر ہاتھ دھوکر صحن مین ٹہلنے لگی"

یحییٰ "(اپنے حجرے سے) پیاری مریم حبیبہ آئی؟ اگر آئی ہو تو دسترخوان منگالو"

مریم "خود جاکر اوٹھا لائی۔ اور یحییٰ بستر پر لیٹ گیا تھکا ہوا تھا کچھ ہی دیر

مین سوگیا "

حبیبہ " بی بی کیا تمھارے باپ آگئے ؟ "

مریم " ہان سورہے ہین "

حبیبہ " مجھے پوچھتے ہونگے "

مریم " ہان۔ مینے کہدیا تھا کہ پانی بھرنے گئی ہی "

حبیبہ یہ سنکر یحیی کے حجرے مین جاکر اوسکے بستر پر بیٹھ گئی اور آہستہ آہستہ اوسکے پاؤن دبانے لگی۔

یحیی (آنکھ کھولکر) "حبیبہ تو آگئی ؟"

حبیبہ " ہان "

یحیی " مریم کہان ہی ؟ "

حبیبہ " اپنے حجرے مین ہونگی "

یحیی (بوسہ لیکر) اپنے آغوش مین کھینچنے لگا "

حبیبہ (شرمائی ہوی اداسے) "ٹھہرو۔ (یہ کہکر) لیٹ گئی "

یحیی (مندنوکے ساتھ ہاتھ بڑھاکر اور گویا حبیبہ کی طرف خطاب کرکے) " لیٹ جاؤ۔ اور پھر اپنے سینے سے لپٹا لیا۔ جس سے حبیبہ کا شوخ دل بالکل ایک ایسے قصد کی خبر دینے لگا جو کہ اوسکے گمان مین تھا "

ناظرین دیکھ چکے ہین کہ حبیبہ مریم کے ساتھ رہنے کی غرض سے بازار مصر مین بکگئی تھی مگر جب اوسکی مہربان مان نے انتقال کیا تو یہ یحیی کی بی بی بنالی گئی تھی۔ یا یون کہنا چاہیے کہ اوسکی مان حاجرہ خاتون اپنی موت کے وقت اپنا کا منصبی حبیبہ کے سپرد کرکے مرگئے۔ یا یون کہا جاے کہ اپنی دیوٹی کا چارج دیکر اوس الشیا مین جسے ملک عدم کہتے ہین بدل گئے۔ جسے وہ اپنی زندگی مین بکراہت بھی نہ پسند کرتے۔ عجب نہین کہ اوسکی

روح جو دنیاوی تعلقات سے علیحدگی کر چکی ہی یقینی کے اس فعل سے ناخوش ہوئی ہو۔ اگرچہ قانون شریعت بھی اس ارتکاب پر مجرم نہ قرار دے۔ یہی سبب ہی کہ مریم پریشان۔ چپ چپ رہتی ہی۔ جہان صالح کے فراق کی ہمدردی کا صدمہ ہی وہان ایک کوفت اوسکے واسطے یہ بھی ہی۔ وہ ہرگز نہین چاہتی کہ حبیبہ میری مان حاجرہ مرحومہ کی صورت کے نام سے پکاری جائے۔ وہ نہین پسند کرتی کہ مین اوسکی سوتیلی بیٹی مشہور رہون۔ اوسے گوارا نہین ہی کہ میری مان کی روح حبیبہ کو اپنی جانشین دیکھکر بیچین ہو۔ یہ اثر اور یہ خیال اوسے گھر سے بے پروا برانگیختہ بنائے رہتا ہی۔ مگر اوسکے باپ کا خوف اتنی جرأت نہین دیتا کہ وہ اوسکی محبت سے ہاتھ اوٹھاکر گھر بار کو تج دے۔ اور اپنی زندگی بھر کے لیے چھوڑ دے۔ کہ جسے وہ دزات کے جلاپے سے فرصت پاجائے۔

مریم نے اب حبیبہ حجرے سے نہ نکلیگی۔ یہ کہکے کوشک کے بالاخانے پر چڑھ گئی شمال کی طرف ایک دریچہ کھلا ہوا ہی ادھر ٹہلتے ٹہلتے اکر جھانکنے کے ساتھ ہی (تعجب کی نظر سے) "ایک طرف دیکھکر اپنے دل سے" شاید اس مکان مین کوئی تازہ وارد ہی۔ جبھی آبادی ہی (کان لگاکر) سرود بھی بج رہا ہی۔ کوئی خوش آواز گا بھی رہا ہی۔ کمبخت آواز مین کتنا درد اور اثر بھرا ہوا ہی۔ غزل بھی کیا قیامت کے رنگ مین ڈوبی ہوی شروع کی ہی۔ بخوبی متوجہ ہوکر۔ جو شعر کہ گانیوالا اپنی دلکش آواز سے کہچکا تھا۔ اسنے بھی دوہرایا۔ ؎

من بخبر ار نشان و نامم بیرون زمکان و در مکانم

ابھی مریم نے سانس بھی نلی ہوگی کہ پھر آواز آئی ؎

ہر جا کہ روم خراب عشقم من کعبہ و بتکدہ چہ دانم

گانیوالا (وجد کے عالم مین تیز اور دردنی آواز سے) "در حسرت این دمے کہ دارم سی سال بسوخت ہست جانم" مریم کانپ کر گراہی چاہتی تھی مگر دیوار پر اوسکے ہاتھ تک گئے جس سے وہ سنبھل گئی۔ اگرچہ ہاتھون مین کچھ خفیف سا صدمہ بھی گرنے کی

دھمک سے بہوچیا۔ سمجھانے اوس آواز مین کونسا جادو کا اثر۔ درد کا مزا بھرا ہوا تھا کہ جسنے مریم کے دلپر اتنا جلد قبضہ کرکے بیخود بنا دیا "

یہی سبب تھا کہ وہ اس دلچسپی کے باعث دیر تک منتظر کھڑی رہی کہ پھر اوسکی بیتاب بنانیوالی آواز سنے ۔ مگر جب آواز گانے والے کی نہ آئی۔ اور اوسکا سکوت تمام ہنوا تو یہ یقین ہوا کہ یہ غزل تمام ہوگئی ۔ سرود کی آواز برابر آرہی تھی اس سے پورا پورا امتیاز نہو سکتا تھا۔ مذبذب حالت تھی ۔ کہ پھر ایک سُریلی اور باریک آواز آنی شروع ہوئی ۔ مریم نے اپنے کرنے کے صدمے اور خیال مین پہلا شعر پورا نہین سُنا مگر دوسرا مصرعہ سُنائی دیا ع فریاد و فغان من ہمین است ۔ اب اوسکے شوق نے پھر اوسے بغول متوجہ کردیا کہ وہ کان لگا کر سننے لگی "

گانیوالا ۔ تیغ نکش کہ قتلم ؛ آن ترک جوان من ہمین است ؛ یہ کہکے پر درد لہجے مین اونچی آواز سے ع سرتا قدمم بود بخون غرق ؛ در حشر نشان من ہمین است

اس شعر نے تو قیامت ہی کا اثر دکھا دیا۔ خاصکر مریم کے مذاق مین تو درجہ قبولیت کا شرف پا گیا۔ یاد کرنا کیا تھا ہمیشہ کے لیے ۔ دلکی تختی پر کندہ ہوگیا ۔ یا آجکل کی اصطلاح مین یون کہا جائے ۔ کہ اپنے دلکی پاکٹ بُک پر یاد کی پنسل سے نوٹ کرلیا ۔ مریم ابھی اوسی طرف متوجہ ہی اور اوسکی سُریلی آواز بھی کانون مین بھری ہوی ہی کہ جیبہ نے اپنے حجرے سے باہر آکر (تجسس کی نظر کرکے) مریم! مریم!! دو مرتبہ پکارا مگر مریم نے بالکل نہین سُنا۔ اسلیے کہ اوسکا خیال اور اوسکے کان اوہی طرف لگے ہوے تھے اور اوسے اپنی دلچسپی اور وجد کی حالت سے کب فرصت تھی کہ وہ دوسری جانب متوجہ ہوتی ۔

جب جیبہ نے اپنے پکارنے کے جواب مین کوئی صدا نہ سُنی تو ذرا زور سے

مریم ۔ مریم ۔

مریم (بیخودی کے گہری غفلت سے چونک کر) جی آئی "

جبیبہ "کہاں ہو؟"

مریم "یہاں بالاخانے پر"

جبیبہ "بیوی وہاں اکیلی کیا کر رہی ہو؟"

مریم (کوٹھے سے اوتری اور سامنے آکر) "کچھ نہین جی گھبرایا چلی گئی۔ کہین گانا ہو رہا تھا وہی سُننے لگی یہی سبب تھا کہ تم نے پکارا مگر مینے نہین سُنا جب دوبارا آواز آئی تو مینے جواب دیا"

جبیبہ "کہین شادی ہوگی۔ یا کسی شوقین نے جلسہ کیا ہوگا؟"

مریم "ہان یہی کچھ ہوگا"

جبیبہ "پہلے جب تمھاری آواز نہین آئی تو مینے جانا کہ شاید سو رہی ہین۔ اسی سے نہین بولین۔ یہ خیال کرکے تمھارے حجرے مین جاکے دیکھا جب تم وہان بھی نہ ملین تو پھر مینے ذرا زور دیکے پکارا جسے تمنے بھی سنا اور آواز دی"

مریم "کیا میرے باپ سو رہے ہین"

جبیبہ (نیچے آنکھ کرکے) "ہان مین پاؤن دبا لی تھی وہ سو رہی تھی۔ جب مجھے اونکے غافل سو جانے کا یقین ہوگیا" اسلیے کہ اونکے خراٹے لینے کی صدا بلند ہونے لگی" تو مین چلی آئی"

مریم (ٹالنے کے طور پر) "مینے کچھ دیر تمھارا انتظار اس امید پر کیا کہ تم ہی سے دل بہلیگا جب تم حجرے سے باہر آئین تو مین سمجھی کہ تم بھی سو گئین اسی سبب سے مین کوٹھے پر چلی گئی"

جبیبہ "نہین مین سوئی تو نہین"

مریم۔ (اوسکے شرمانے سے تاڑ کر) "آخر ہین اگر سوئین تو چھپانے سے کیا فائدہ؟ کیا سونا کوئی جرم ہے؟"

جبیبہ "خدا کی شان۔ ہمکو بھی بناتے ہیں۔ لو میں انسے ڈرتی ہوں جو چھپاؤنگی۔

مریم (ہنسکر) "سچ؟ اگر ڈرتی نہیں تو چھپاتی ہی کیوں؟"

جبیبہ (کھسیانی ہوکے) "چلو اچھا ڈرتی ہی سہی۔ پھر۔۔۔؟"

مریم "سچ بات کا کیا کہنا۔ اسکو چھپایا پھر بھی قبول ہی دیں"

جبیبہ بچپنے سے اسکے ساتھ رہی ہے اس خیال سے اسکی بات کا برا نہیں تھی اور اسے بھی اندیشہ نہیں ہے جبھی جو منہ میں آیا بیدھڑک کہ گزری۔ ایک طرف مریم دوسری طرف جبیبہ کھڑی ہوئی ہے کہ حجرے سے آواز آئی "مریم"! "مریم"!!۔

مریم "جی! فرمایئے؟"

آواز دینے والا۔ (یعنے اوسکا باپ یحییے) بیٹا مریم! کیا وقت ہوگا؟۔

مریم "عصر کا وقت قریب ہے۔ اب اذان کی آواز آیا ہی چاہتی ہے"

آواز دینے والا یا تو بستر پر لیٹا ہوا تھا یا یہ سنکر اوٹھ بیٹھا اور نا واقفیت سے اتنا دہت سویا؟۔ یہ کہکر جبیبہ؟۔

جبیبہ "کیا ہے؟"

یحییٰ (وہی آواز دینے والا) "میں اتنے عرصے تک سویا تمنے جگایا بھی نہیں؟"

جبیبہ "اگر مجھے جگانیکی بابت پہلے سے اطلاع ہوتی تو بیشک میں جگا سکتی تھی اس طرح بے اجازت میں کیا کرتی؟"

آواز دینے والا بہت جلد گھبراہٹ کے ساتھ اوٹھا اور اپنا لباس پہنکر حجرے سے باہر نکلا اور مریم کی طرف دیکھتا ہوا چلا گیا۔

جبیبہ۔ (مریم سے خطاب کرکے) "تم بھی نماز سے فرصت کرلو"

مریم "اچھا" یہ کہکر اوسنے وضو کیا اور نماز پڑھنے لگی تخمیناً آٹھ رکعتیں پڑھکر نماز تمام کی۔ یا تو اپنے حقیقی سلطان کے دربار میں پیاری مریم دست بستہ نہایت ادب کے ساتھ کھڑی تھی یا دو زانو بیٹھکر دونوں ہاتھ پھیلا کر (فریادیوں کی طرح) دعا مانگنے لگی۔

معاً کچھ دیر کے بعد اسنے ایک سجدہ کیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ اپنی دعا کی قبولیت کی شکرگزاری کر رہی ہو"

جبیبہ "مریم۔ نماز پڑھ چکین؟"

مریم ۔ (سجدہ سے اوٹھکر) "ہان پڑھ چکی۔ یکہتی ہوی جبیبہ کے قریب جا بیٹھی۔

ابھی ان دونون کو بیٹھی ہوی کوئی لمحہ بھر بھی نہ گزرا ہوگا کہ ایک برقع پوش عورت آکر۔ السلام علیکم۔ (یعنے بہن سلام)"

مریم۔ اور۔ جبیبہ وعلیکم السلام۔ اور اُسکے ساتھ ہی۔ تمھارا مزاج کیسا ہی؟"

عورت "الحمدللہ۔ (یعنے خدا کا شکر ہی)"

جبیبہ "کہو بہن عاصمہ۔ آج کدھر بھول پڑین؟"

عاصمہ۔ (بیٹھکر) "تھین دیکھنے چلی آئی"

مریم "یہ کہو۔ کہین کسی ضرورت سے آئی ہوگی۔ جب ہی ادھر بھی آنکلین"

عاصمہ "نہین۔ نہین محض تمسے ملنے کی غرض سے"

جبیبہ "تمھاری بہن عفیفہ کیسی ہی؟"

عاصمہ "اچھی ہی تھین یاد کرتی ہی۔ مگر تم ایسی بیمروت ہو کہ کبھی نہین آتین۔ اکثر تمھارا ذکر رہتا ہی کہ شاید جبیبہ کچھ خفا ہو گئین جب ہی اونھون نے آنا چھوڑدیا"

جبیبہ "خفا کاہیکی اب آؤنگی۔ (مریم کی طرف اشارہ کرکے) انکے سبب سے نہین آتی کہ یہ اکیلی گھبرائین گی) اور تم تمھارکھتی ہو پھر آنے ہی نہین دیتین"

عاصمہ "فقط تمھارا بہانہ ہی بہانہ ہی کہ مریم گھبرائینگی۔ یہ کہو کہ آنیکو خود اپنا جی نہین چاہتا"

جبیبہ "نہین بہانہ کیا۔ مین سچ کہتی ہون"

مریم (عاصمہ سے) "اگر یہ کہین دیر تک بیٹھ رہتی ہین تو بیشک اکیلے طبیعت گھبراتی ہی"

عاصمہ "مین انھین جلدی بھیجدیا کرونگی اچھا؟"

مریم "اچھا"

حبیبہ "بس اب ایسا ہی ہوگا کہ دیکھا بھالا اور چلی آئی - دیر تک نہ بیٹھینگی -

مریم "جب تمھارا آنیکو جی بھی چاہے - پھر خدا ہی لائے تو آؤ - جہان جاتی ہو آنیکا نام ہی نہین لیتین؟"

عاصمہ "مریم اب مین نے تمسے وعدہ کیا ہی - کہ جب یہ میرے یہان آئینگی مین زبردستی انھین بھیجدونگی - (ہنسکے) گھر سے نکالدونگی"

حبیبہ "تم مجھے کیا نکالوگی مین خود تمھین نکالدونگی"

مریم (ہنسکر حبیبہ سے) "واہ تم تو کیا نکال سکتی ہو - مین اور بہن عاصمہ دو ہین تم بیچاری اکیلی کیا کروگی؟"

حبیبہ "یہ نہ کہیے کہ مین اکیلی ہون مین اور عفیفہ بھی بہت ہون کم نہ جاننا - تم دو ہو تو ہم بھی دو ہین"

مریم "جی ہان - کیون نہین؟ - یہ کہکر ہنسنے لگی"

عاصمہ "اچھا بہن اب جائینگے - بہت دیر ہوگئی - عفیفہ گھبراتی ہوگی"

مریم "جھوٹی ہو - وہ کیا گھبرائیگی - ابھی دیر ہی کیا ہوئی"

عاصمہ "بہت تمھین دیکھ لیا - پھر کبھی آؤنگی"

یہ کہکے برقعہ اوڑھا اور چلی گئی -

چوتھا باب

کامیابی

جسوقت کہ صالح تکیہ لگائے لگائے کبھی ہتیابانہ طرز سے سیدھا بیٹھ جاتا تھا -

اور کبھی پھر تکیہ پر پیٹھ لگا لیتا تھا۔ اور ہاتھ پر منہ رکھکر ایک سوچ مین پڑ جاتا تھا کبھی مسکراتے مسکراتے ہنس پڑتا اور کبھی وفور شوق مین اک آہ سرد کھینچ کے آنکھون مین آنسو بھر لاتا۔

سامنے بالون کے فرش پر ایک عورت سکوت مین بیٹھی ہوی ہی۔ جب اوسنے دیکھا کہ عرصہ ہوا صالح کچھ کلام نہین کرتا۔

عورت "صالح کس فکر مین ہو؟"

صالح (چونک کر) "کچھ نہین"

عورت "تمنے مجھے کس لیے بلایا ہی؟"

صالح "جس لیے بُلایا ہی وہ بھی تمھین معلوم ہوا جاتا ہی"

عورت "ہان جلد کہو۔ مجھکو بیٹھے بیٹھے اس انتظار مین عرصہ ہو گیا۔ تم ہو کہ کچھ کہتے ہی نہین"

صالح "ایک جگہ تمھاری معرفت کچھ پیام بھیجنا ہی"

عورت "کہان؟"

صالح "مقام بھی بتادونگا۔ ورنہ تم کیونکر جاؤگی"

عورت "کسکے پاس؟"

صالح "نام کے بتلانے مین تامل کرکے (دل سے) بتاؤن۔ اسکے ساتھ ہی ابھی نام نہ بتاؤن۔ اگر مین نے پہلے نام بتادیا اور بعد اسنے وہان کے جانیسے انکار کیا تو مفت وہ بدنام بھی ہوی۔ اور کچھ کام بھی نہ نکلا۔ اس خیال سے تردد ہوا کہ وہ اپنی معشوقہ کا پیارا نام اوسے بتائے یا نہ بتائے"

عورت "صالح تمھین تردد کیا ہی؟"

صالح (اپنی جیب سے پانچ ڈینار* نکالکر) "اگر تم اسے قبول کرو اور کوشش کے ساتھ

---

* دینار کم از کم پانچروپیہ کا ہوتا ہی۔

یحیی کی بیٹی مریم کے پاس میرا پیام پہنچا دو۔ تو مین آئندہ کے لیے بھی وعدہ کرتا ہون کہ تم کو بہت خوش کرونگا۔ اور تم میری محسن بنجاوگی۔ مگر یہ راز اور کسیکو نہ معلوم ہونا چاہیے۔"

عورت "اگر آپ وعدہ کرتے ہین تو مجھے اسکی کوشش مین ذرا تامل نہوگا"

صالح "(ہاتھ بڑھاکر) لو پہلے اسے تو قبول کرو۔ یہ تمھاری دعوت ہی"

عورت۔(دینار لیکر) "وہ پیام تو بتائیے کہ مین سن لون اور تدبیر کرون"

صالح (بشاش ہوکر) "ای ام عقیلہ میرے حال پر ترس کھا۔ اور پیاری مریم کے پاس میرا پیام پہنچا۔ اس کام کے لیے تو ہی مناسب ہی اور جہانتک ہو ایسا کر کہ میری محبت اوسکے دلمین بخوبی پیدا کردے"

ام عقیلہ "آپ پریشان نہون۔ ایسی آزاد چڑیا کا قبضہ مین آنا دشوار نہین مین جو پیام ہوگا پہنچادونگی۔ بلکہ جہانتک ممکن ہوگا آپ سے ملانیکی کوشش کرونگی۔ اوس سے رسم بڑھاونگی جب میل جول (ربط) خوب بڑھجائیگا تب کچھ کام نکلے گا۔ یہ کام جلدی کا نہین ہی۔ دوراندیشی کے ساتھ ہوگا۔

صالح "تمکو اوسکا حلیہ بھی معلوم ہی ؟"

ام عقیلہ بڑی سنجیدہ مزاج۔ انتہا درجہ کی جادو بیان۔ صالح سے یہ سنتے ہی اپنی پر اثر تقریر مین) مریم۔ سو دو سو عورتون مین ایک بلکہ آجکل اگر بغداد مین ڈھونڈھا جائے تو ویسی حسین کم ہوگی۔ لڑکی کیا جوش پر آئی ہوی ہرنی۔ جوانی مین بھری ہوی وحشی بکری۔ یا دو سال کی باکرہ اونٹنی ہی۔ جو کسی سے نامانوس نہین ہوتی۔ مگر غزال صحرا کی سی شربتی آنکھون کے کنارون سے لوگون پر تیر سم آلود برس جاتی ہین اوسکا گورا جسم حریر کا سا نرم اور گدگدا ہی۔ پیٹ مین نازک اور چھوٹی چھوٹی اٹھان

* یہ مذاق عرب کے حسن کا پورا پورا سراپا ہی۔

بشتین مین سلور اجسم ایک سنگ مرمر کی بنی ہوئی مورت ہی جس مین عنفوان شباب کی تروتازگی نمایان ہی وہ ایسا اچھوتا اور ناسفتہ موتی ہی جو گویا ابھی سیپی سے نکالا گیا ہی۔ خوبصورت نصیفہ (خمار) کے نیچے سے گوشوارون کے ہیرے۔ نازک اور باریک وصیلہ (کرتے) کے اندر دو چھوٹی چھوٹی خوشنما ٹپارٹیان۔ جنکی چوٹیان بلند۔ اوسکے خلخال کی دلفریب آواز۔ اوسکی نعلین (جوتی) اس قابل ہی کہ دنیا کے لوگ عمامے کی طرح اپنے سرون پر رکھین۔ جب وہ ریشمی ازار کے لٹکتے ہوے دامن کو پاؤن سے ٹھکراتی ہوی چلتی ہی تو ــــــــ"

ام عقیلہ کی تعریف نے صالح کے دل پر اسقدر اثر کیا کہ تڑپ گیا۔ اور بے اختیار ایک آہ سرد بھر کے اور بات کاٹ کے کہہ اوٹھا "ام عقیلہ تیرے بیان نے دل بیقرار کر دیا۔ اب مجھ مین صبر کی طاقت نہین ــ* کوئی ایسی تدبیر کر کہ مریم کے محمل ناز تک میری رسائی ہو یا اوسکو مجھ تک پہنچا۔

ام عقیلہ "مین آپ سے وعدہ تو کرتی ہون۔ ذرا اطمینان رکھیے گا۔ جہان تک ہو سکے یہ جوش عشق چھپانا چاہیے"

صالح۔ (متانت سے) "کوشش تو اسکی ہی۔ آیندہ دیکھیے ؟"

ام عقیلہ "اسلیے کہ وہ بھی خاندانی لڑکی۔ معزز قبیلہ کی یادگار یحیی بن عذری کی جان۔ وہ بدنام نہونے پاے۔ اوسکا باپ اسوقت سلیمان شاہ سپہ سالار کے یہان کا سکرٹری صاحب اختیار ہی"

صالح "یہ سب سچ ہی۔ مین بھی جانتا ہون"

ام عقیلہ (کسیقدر سوچکے) "اوسکے باپ کی حرم جیبہ کے سبب زیادہ مین

* ایسے تشبیہات سے بڑے بڑے شعرا نے کام لیا ہی۔

کارروائی ہوگی وہ بہت چالاک اور ہوشیار عورت ہی۔ دوسرے وہ مریم سے کچھ عجب نہین کہ پوشیدہ چلتی ہو۔ اسلیے کہ وہ اوسکی سوت کی لڑکی ہی۔ اوسکا خوف ہی کہ رخنہ اندازی نکرے۔ اور مریم کے باپ کو خبر نہ پہنچائی۔ اور کسی کا چندان خیال نہین۔ وہ تو خلوت جلوت ہر حالت مین بیبی کے ہم پہلو وہم صحبت رہتی ہی۔

صالح "جب تم جانے آنے لگوگے تو کوئی خوف نہین۔ مگر محل اور موقع دیکھکے کام کیا کرنا"

ام عقیلہ "یہی ہوگا۔ اگر اوسکے باپ کو کسی نے میرے جانے سے نہ بھڑکایا۔ اور وہ مزاحم نہ ہوے تو ـــــ"

صالح "ہان تم خود دیکھ بھال کے کام کرنا۔ کیا کہون مجبور ہون اس لحاظ سے کہ مریم اپنے باپ کا قتل منظور نہ کرینگے ورنہ بہت سہل تھا۔ پھر کوئی بات ہی نہ تھی مجھے فقط مریم کی آزردگی کا خیال ہی"

ام عقیلہ "دیکھو صالح۔ ہرگز ایسا قصد نکرنا۔ اسمین مضرت کا خوف ہی۔ شاید کہ مریم کا دل اس سبب سے تمسے ہٹ جائے۔ اور وہ تمھارے اس فعل سے رنجیدہ ہو"

صالح "یہی تو خوف ہی"

ام عقیلہ "اس عشق مین غیظ و غضب کا نتیجہ بُرا ہوتا ہی۔ جتنی نرمی اور ملایمت ہو اوسیقدر مفید ہوتی ہی"

صالح "مین کبھی ایسا نکرتا۔ کہ جس سے مریم کُڑھتی یہ مجھے گوارا کہان کہ اوسکا نازک دل کسی صدمے سے ٹوٹ جائے"

ام عقیلہ "قیاساً تو کہہ سکتی ہون کہ مریم بھی تمکو چاہتی ہوگی حالانکہ وہ تم سے اوسکا اظہار نکرے اسلیے کہ یہی عذرہ تو عشق و عاشقی چھپاتے ہین اونکے بیان

لڑکون کا کھیل سمجھا جاتا ہی"

صالح "خدا کرے ایسا ہی ہو"۔

ام عقیلہ "صالح اپنا وعدہ بھی یاد رکھنا۔ بھول نجانا"

صالح "تم خاطر جمع رکھو مین بغیر تمھارے کہے عہد کرچکا ہون۔ مین ایسا نہین ہون کہ خلاف وعدہ کرون۔ وہ بھی کس سے۔ اپنی محسنہ۔ مہربان جو ایسے وقت مین ساتھ دے۔ یہ مجھسے ہرگز نہوگا۔ مین تمھاری امیدون سے زیادہ سلوک کرنیکا قصد کیے ہوے ہون۔ مال ودولت کیا ہی میری جان تک اوسکے نام پر قربان (یہ کہکر) اب تمھین اطمینان ہوا"

ام عقیلہ۔ (خندہ پیشانی ہوکر) "ہان۔ ہان۔ مجھے ہر طرح اطمینان ہی"

صالح "مگر اتنا مین ضرور رکھونگا کہ جہانتک ہوسکے جلد کارروائی کرنا۔ میری حالت دیکھکر تمھین خود ہی ظاہر ہوگیا ہوگا کہ مجھپر اوسکی محبت کا اثر کہانتک ہو رکتا ہی۔ اوسکی جدائی کی جفائین اب نہین اوٹھ سکتین۔ تحمل غیر ممکن"

اُم عقیلہ۔ (ہمدردی کے لہجے مین) "وہ تمھارا چہرہ ہی کہے دیتا ہی۔ آج وہ تروتازگی وہ قدرتی حسن کی رونق۔ اور وہ لطافت جو عموماً جوانون کے رخسارون پر ہوتی ہی۔ نہین پاتے۔ جادو چلانے والی آنکھین پیشتر سے اب اپنا وہ اثر نہین دکھاتین کہ دیکھنے والون کے دلونپر چھپان بنکر گرجائین"

صالح "مین لاکھ لاکھ اپنی بیتابیون کو سنبھالتا ہون نہین سنبھلتین۔ دلکے ولولے شوق کے ساتھ روکے نہین رکتے۔ جوش عشق نہین تھمتا۔ امیدین ہجوم کیے ہوے ہین۔ حسرتین امیدین چلی آتی ہین۔ ارمان گھیرے لیتے ہین درد جگر بار بار اوٹھ اوٹھکے ترقیان کررہا ہی۔ آتش ہجر بھڑک رہی ہی۔ یاد محبوب زورون پر ہوتی جاتی ہی۔ پھر تمھین بتاؤ ایسی نازک حالت نہین ہین کیا کرسکتا ہون